پروفیسر خالد شبیر احمد (قسط نمبر: ۸)
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

اکابر اسلام اور قادیانیت

قادیانی اور قادیانیت نے انکی راہ میں بھی ایک عظیم رکاوٹ بننے کی کوشش کی۔ اس کے علاوہ اسلام پر ان کے کوتسے احسانات ہیں جن کا ڈھنڈورہ پیٹتے وہ تھکتے نہیں۔ دنیائے اسلام اور مسلمانوں کو تو قادیانیوں نے کیا دینا تھا۔ سوائے اس کے کہ ان میں سے کچھ کو گمراہ کر کے ان سے ایمان کی دولت بھی چھین لی انہیں مجبور محض بنا کر اپنے دام فریب میں پھنسالیا کہ اب ان کی نسلوں میں بھی شاید ارتداد کی بُو باقی رہے۔ خود قادیانیوں کے ساتھ قادیانیوں کے اس شاہی خاندان نے جو سلوک کیا اگر اُس داستان پر نگاہ دوڑائی جائے تو انسان کی رُوح لرز اٹھتی ہے کہ بظاہر صلح و آشتی، نیکی اور شرافت، عدل و انصاف کے پرچارکوں نے ظلم و ستم کا کونسا حربہ ہے جو اپنے قادیانیوں کے ساتھ روا نہیں رکھا ایک لمبی فہرست تاریخ قادیانیت میں ایسے لوگوں کی موجود ہے جو مرزا البشیر الدین محمود کے ظلم و ستم اور جبر و استبداد کا شکار ہو کر اہل دنیا کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عبرت کا نمونہ بن گئے یا پھر موت کی نیند سلا دیے گئے۔ اس پر بھی قادیانیوں کو دعویٰ پارسائی اور یارائے رہنمائی ہے تو سوا اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ، ذرا بند قبا دیکھ

آیئے اب ذرا اس پارسائی کے دامن پر غلاظت و نجاست کے دھبے آپ کو دکھائیں جن کے باوجود روحانیت کے علم بردار بن کر قادیانی زمین پر پاؤں نہیں رکھتے۔

دولت کی حرص اور جنسی بے راہ روی: قادیانیت کا ایک تاریک پہلو یہ بھی ہے کہ اس دجل کے ذریعے مرزا قادیانی نے اپنی اولاد کے لیے معاشی مسائل ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حل کر دیے ہیں۔ فکر معاش سے آزادی کے لیے ایک ایسا نظام معیشت قادیانیوں کے ہاں رائج ہے کہ جس کی موجودگی میں مرزا قادیانی کی اولاد کو معاشی تفکرات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات مل چکی ہے۔ غریبوں کے جمع کردہ مال پر عیش و عشرت کے دروازے کھل چکے ہیں۔ حرام و حلال کی تمیز باقی نہیں رہی۔ قادیانیوں کی طرف سے اور پھر دشمن اسلام قوتوں کی جانب سے اسلام سے غداری کے صلے میں اتنا مال حرام ہو جاتا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے اس شاہی خاندان کے لیے اب یہ کوئی سوال نہیں رہا کہ کھائیں گے کہاں سے؟ اس خاندان نے افراد ہر ناجائز ذرائع سے روپیہ فراہم کرتے ہیں اور پھر اس سرمایہ پر عیش و عشرت کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ حرام کا پیسہ انسان کو کس طرح جنسی بے راہ روی کی غار میں دھکیل دیتا ہے۔ مرزا البشیر الدین محمود کی داستان اخلاق و کردار سے واضح ہے۔

جناب شفیق مرزا، جو پہلے قادیانی تھے،شعور پیدا ہوا تو قادیانیوں کے اس شاہی خاندان کے الّلے تلّلے دیکھ کر اور ان کی جنسی انارکی اور اخلاقی پستی کے پیش نظر قادیانیت کو خیر باد کہہ کر اسلام قبول کر لیا۔ اپنی مشہور کتاب ''شہر سدوم'' کے صفحہ نمبر ۱۰۰ پر اس طرح رقم طراز ہیں۔

(۱)'' صدر انجمن احمدیہ قادیان ایک رجسٹرڈ باڈی ہے۔ تقسیم ملک سے قبل اس انجمن کی جائیداد ملک کے مختلف حصوں میں بھی تقسیم کے بعد ناصر آباد، محمود آباد، شریف آباد، کریم نگر فارم، تھرپارکر سندھ کی زمینیں پاکستان میں آ گئیں تو مرزا محمود نے ربوہ (موجودہ چناب نگر) میں ایک ڈمی انجمن ''ظلی انجمن احمدیہ'' قائم کی اور چودھری عبداللہ خان برادر، چودھری ظفر اللہ خان آنجہانی ایسے قادیانیوں کے ذریعے یہ زمین اپنے صاحبزادوں اور انجمن کے نام منتقل کرالی اور مقصد پورا ہو جانے کے بعد یہ ظلی صدر انجمن مرزا قادیانی کی ظلی نبوت کی طرح اصلی بن گئی اور صدر انجمن احمدیہ قادیان نے وہاں کی تمام جائیداد بھارتی حکومت سے واگزار کروالی اور مقصد کے حصول کے لیے موجودہ خلیفہ مرزا ناصر احمد کے ایک بھائی مرزا وسیم احمد کو وہاں ٹھہرایا گیا۔ جو آج بھی وہیں مقیم ہے۔

(۲) جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے، قادیان میں کئی زمین صدر انجمن احمدیہ لوگوں کو فروخت کرتی تھی مگر وہ خریداروں کے نام رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت رجسٹرڈ نہیں کروائی جاتی تھی۔ جیسا کہ ربوہ میں بھی ہوتا ہے۔ اس طرح سرکاری کاغذات میں زمین اصل مالکان کے نام ہی رہتی ہے۔ حالانکہ وہ اسے فروخت کر کے لاکھوں روپیہ ہضم کر چکے تو بعد میں اس عیاری پر پردہ ڈالنے کے لیے خلیفہ ربوہ نے مہاجرین قادیان کو چکمہ دے کر کہ قادیان ''خدا رسول کا تخت گاہ ہے''۔ (نعوذ باللہ) اور انہیں اس بستی میں واپس جانا ہے۔ انہیں قادیان کے مکانوں کا کلیم داخل کرنے سے منع کر دیا۔ اور اور خود چار کروڑ کا بوگس کلیم داخل کر دیا۔ اب اگر مرید بھی کلیم داخل کر دیتے تو حکومت اور مریدوں پر دہرے فراڈ کی قلعی کھل سکتی تھی۔ اس لیے مریدوں کو کلیم داخل کرنے سے منع کر دیا گیا۔ مگر بہت سے شاطر مرید اس عیاری کو سمجھ گئے اور انہوں نے خود بھی بے پناہ بوگس کلیم داخل کئے اور پھر قادیانی اثر ورسوخ سے منظور کروائے۔ اگر حکومت صرف قادیانیوں کی پاکستان میں جعلی اور بوگس اور الاٹمنٹوں کی تحقیقات کروائے تو کروڑوں روپے کے فراڈ کا پتہ لگ سکتا ہے اور مؤلف کتاب ہذا بعض جعلی کلیموں کے نمبر تک حکومت کو مہیا کرنے کا پابند ہے۔

(۳) ربوہ کی زمین صدر انجمن احمدیہ کو کراؤن لینڈ ایکٹ کے تحت علامتی قیمت پر دی گئی تھی۔ مرزا محمود نے یہاں بھی قادیان والا کھیل دوبارہ کھیلا اور ٹوکن پرائس پر حاصل کردہ اس زمین کو ہزاروں روپے مرلہ کے حساب سے مریدوں کے نام فروخت کیا۔ مگر رجسٹریشن ایکٹ کے کے تحت سب لیز ہولڈرز کے نام زمین منتقل نہ ہونے دی۔ اس طرح مریدوں کا لاکھوں روپیہ بھی جیب میں ڈالا اور

گورنمنٹ کے لاکھوں روپیہ کے ٹیکس بھی ہضم کیے گئے۔ مریدوں پر الٹا رعب بھی قائم رہا کہ وہ زمین خریدنے کے باوجود مالکانہ حقوق سے محروم رہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی نے ''خاندان نبوت'' کی عیاشیوں اور بدمعاشیوں کے متعلق آواز بلند کی۔ اسے اپنی ''ریاست'' سے باہر نکال دیا۔ اور قبائلی نظام کے مطابق اس کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ اب جو مرید ایک نبی کے انکار کی وجہ سے ساری ملت اسلامیہ کو کافر قرار دے کر علیحدہ ہوتے ہیں، وہ اپنی مخصوص اور لایعنی علم الکلام کی وجہ سے واپس امت مسلمہ کے سمندر میں تو نہیں آ سکتے ہیں۔ وہ اسی گندے اور متعفن جوہڑ میں رہنے پر مجبور ہیں۔ اس لیے ایسے مریدوں سے سچائی کی توقع عبث ہے''۔

جہاں حرام کا پیسہ اس طرح آئے گا، وہاں حرام کاری کا دھندہ کیوں نہ اپنے عروج پر پہنچے۔ شریعت محمدیہ کے تحت حرام کا ایک لقمہ بھی اگر پیٹ کے اندر چلا جائے یا لباس کی ایک تار بھی حرام کی کمائی کی ہو تو اللہ تعالیٰ کسی عبادت کو منظور ہی نہیں فرماتا۔ یہاں تو سرے سے شریعت سے کوئی تعلق ہی نہیں اور نہ اخلاقی بنیادوں پر حرام و حلال کی کوئی تمیز ہی روا رکھی جاتی ہے۔ جہاں حرام اس طرح سے زندگی میں سرایت کر جائے وہاں نیکی، تقدس، شرافت کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانیوں کے اس شاہی خاندان کی عیش و عشرت کی داستانیں زبان زدِ خاص و عام ہو چکی ہیں۔ ہماری تحقیق کے مطابق اٹھارہ کتابیں ایسی ہیں، جس میں مرزا محمود کی عیاشی کی روئیدا محفوظ ہے اور اس میں لطف کی بات یہ ہے کہ ساری کتابیں خود قادیانیوں نے تحریر کی ہیں۔ اتنے مضبوط و مستحکم نظام جبر میں یہ لوگ خود اپنے خلیفے کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہیں تو یہ ان کی سچائی کی بذاتِ خود ایک وزنی دلیل ہے، جسے کسی بھی زاویے سے مسترد کرنے کا سرے سے کوئی جواز ہی باقی نہیں رہتا۔ ان کتابوں میں چند ایک تو اتنی مشہور ہیں کہ جن کے تعارف کی سرے سے ضرورت ہی محسوس نہیں ہوگی۔ شفیق مرزا کی کتاب ''شہر سدوم''، راحت ملک کی کتاب ''دور حاضر کا مذہبی آمر''، ''تاریخ محمودیت''، مظہر ملتانی کی کتاب ''کمالات محمودیہ''۔ یہ سب میں نے دیکھی ہیں، جن کی ایک ایک سطر میں مرزا غلام احمد کے اس روحانی سلسلے کے پیشوا اعظم مرزا بشیر الدین محمود کی داستانِ حرص دولت و جنس یوں بیان کی گئی ہے کہ ایک شریف انسان کی روح تھرا اٹھتی ہے اور وہ بے ساختہ اپنے ہاتھ اپنے کانوں پر رکھنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے کہ تقدس کی آڑ میں شیطنت کا یہ بھیانک کھیل، کھیل کر بھی جعلی نبوت اور دین کی خدمت کا دعویٰ ایک ظلم، جھوٹ، زیادتی، دجل و فریب نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

''ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیے''

راحت ملک صاحب اپنی کتاب کا آغاز اس طرح کرتے ہیں:

''خلیفہ ربوہ اور ان کی جماعت اور مسلمانانِ عالم کے اختلافی امور پر علمائے کرام کی طرف سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ اس جماعت کے اندرونی حالات اور بدعنوانیوں سے نقاب کشائی کی جائے۔ چنانچہ ہم نے اس جماعت کے اندرونی معاملات و واقعات کا تفصیلی جائزہ لیا

ہے اور صفحہ قرطاس پر اس کے نقوش چھوڑ دیئے ہیں۔ تاکہ جمہور مسلمانوں کو معلوم ہو کہ یہ جماعت جو بظاہر بہت پر امن نظر آ رہی ہے، کتنی خطرناک اور ملک کے لیے کتنی ضرر رساں ہے اور اس کے عزائم کتنے بھیانک ہیں۔ہم نے اس کتاب میں جس قدر حقائق پیش کیے ہیں۔ان کے جواز میں جو دلائل دیئے ہیں وہ قریباً اس جماعت کے دیگر اکابرین کے افکار عمل سے دیئے ہیں۔ کیونکہ اگر ہم اس جماعت سے ہٹ کر کسی دوسری شخصیت کے افکار کو بغرض دلیل پیش کرتے تو کہا جاسکتا تھا کہ ہمیں غیروں سے کیا نسبت ۔لہٰذا ہم نے اتمام حجت کے طور پر مرزا غلام احمد اور اسی جماعت کے دیگر اکابرین کے قول و فعل کو بطور دلیل پیش کیا ہے ۔تاکہ فرار کی گنجائش نہ رہے۔ نیز ہم نے خلیفہ ربوہ پر بحیثیت مرزا میاں محمود احمد بحث نہیں کی ۔ بلکہ مذہبی رہنما کی حیثیت سے کی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ سرور کائنات ﷺ خاتم النبیین ہیں۔آپ کے بعد نبوت کے دروازے قیامت تک بند ہیں اور قرآن پاک کے بعد کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں۔لیکن مقام حیرت ہے کہ آگ کے شعلے اسلام کے عظیم الشان ایوان کی طرف لپک رہے ہیں اور ہم کھڑے منہ تک رہے ہیں۔ ؎

کب تک رہے محرومیِ انجم میں میری خاک
یا میں نہیں یا گردشِ افلاک نہیں ہے

اسی کتاب ''دورِ حاضر کے مذہبی آمر'' کے دیباچے میں جناب بشیر رازی صاحب تحریر کرتے ہیں۔ دیباچہ نذر قارئین ہے۔جس کے پڑھنے سے مرزا بشیر الدین کے چہرے اور اعمال پر لپٹا غازۂ تقدس ڈھل جاتا ہے اور اس کی شخصیت کے اصل خدوخال نکھر کر قاری کے سامنے آجاتے ہیں۔گویا جناب رازی کہہ سکتے ہیں۔ ؎

آئینہ تیرے حسن کا کیا خبر دے گا
میری غزل میں میرے شیشۂ خیال میں دیکھ

دیباچہ ''دورِ حاضر کا مذہبی آمر'':

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

اگر ریاست ربوہ کا عمرانی احتساب کیا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مغربی پاکستان میں اس کی وہی حیثیت ہے جو اسرائیل کی بلادِ اسلامیہ میں ہے۔اسلامی معاشرے کے دل میں یہ تیر نیم کش کی طرح پیوست ہے۔اس خلش سے سارا سماج نڈھال ہو رہا ہے۔قانون کی بے بسی نے اس ''دینی یاغستان'' کو ایک قسم کا فروغ بخشا ہے۔عوام اور حکام اس ابتلاء سے خوب آگاہ ہیں۔ملکی قانون میں اس

کے استیصال کا کوئی نسخہ موجود نہیں۔اس واسطے ربوہ کا مذہبی آمر تقریر اور تحریر میں ایسے تمرد کا مظاہرہ کر جاتا ہے کہ جس کا تصور بھی اسلامی ریاست میں مشکل ہے۔حکومت انہی مصلحت بینوں سے عاجز ہے اور عوام حکومت کے عجز پر نوحہ کناں ہیں۔عوامی لیڈر۔

''کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے''

کہہ کر مہر بہ لب ہو کر رہ جاتے ہیں اور یہ ناسور ہمارے تمدن و عمران کو اندر ہی اندر کھائے جا رہا ہے۔اس پر کب عمل جراحی ہوگا۔یہ خدا ہی جانتا ہے لیکن ہوگا ضرور کیونکہ خدا نے پاکستان کی داغ بیل اس لیے نہیں ڈالی تھی کہ وہ حکومتی معذوریوں کی وجہ سے ایک عمرانی مسئلہ کا شکار ہو جائے۔جوں جوں حکومت قانون کی آڑ لے کر اپنے فرائض سے گریز کرے گی توں توں خدا، اس مقدس وطن کی بقا اور عروج کے سامان پیدا کرے گا۔اس کا باطنی فتنہ اپنے خرقہ پوش شاطر کے ہاتھوں فنا ہو جائے گا۔جن لوگوں کی حکومت سے زیادہ خدا اور اس کی سنت قدیم کے اعجاز اور کرشموں پر نظر ہے، وہ دیکھ رہے ہیں کہ قادیانی خلافت داخلی انتشار میں مبتلا ہے۔جماعتی نظام پر جذام کی سی کیفیت طاری ہے۔وہ خلیفہ جو ہوا پر گرہ لگایا کرتا تھا، اب اس کے ہوش و حواس رخصت ہو چکے ہیں، اس کی تقریریں اس کے جنون کی غمازی کر رہی ہیں۔ایک عمرانی مبصر وثوق سے کہہ سکتا ہے۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

اس دور کا مسلمان بیالیس سال سے میاں محمود احمد کے ابلیسانہ تلبیس والتباس کے چکر کو دیکھ رہا ہے۔ابتداء میں اس نے عمرانی فتنہ سے اغماض کیا لیکن خلیفہ ربوہ کی بڑھتی ہوئی جارحیت سے اس کی چشم بصیرت وا ہوگئی۔اب ایک کوچہ نورد کو بھی شعور ہے کہ اس شخص نے دین کے نظر فریب پردے میں چہار سو دام تزویر پھیلا رکھا ہے۔اس نے خود ساختہ الہاموں سے نہ صرف الوہیت کے خلاف علم بغاوت کھڑا کر رکھا ہے بلکہ اس نے انسانوں کی انسانیت پر بھی شب خون مارا ہے۔اس نے اپنے مریدوں کو ''قردۃ خاسئین'' بنا رکھا ہے، وہ اس کے ہاتھ میں اس طرح رقص کرتے ہیں، جس طرح بندر مداری کے ہاتھ میں۔بندر مداری سے بھاگ کر جنگل میں نہیں جانا چاہتا۔کیونکہ اس کی فطرت مسخ ہو چکی ہے اور وہ جنگل کے بندروں میں رہنے کے قابل نہیں رہا۔اگر مداری اس کو چھوڑ دے تو وہ بھاگ کر اس کے کھونٹے پر آ جاوے گا۔اس کو اب مداری کی زنجیر میں ہی آرام ہے۔اگر وہ کہیں جنگل میں جا نکلے تو جنگل کے بندر اس کو مار ڈالیں گے۔کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مداری کی تربیت سے اس کا بندر اپنی فطری خواص کھو چکا ہے۔اس کی صورت بندر کی سی ہے۔اس کی فطری ہم جنسی تباہ ہو چکی ہے۔یہی حال قادیانیوں کا

ہے۔ بیالیس سال ذہنی غلامی میں رہ کر وہ ہر لحاظ سے ایک اجنبی قوم بن چکے ہیں۔ نہ وہ مسلمان معاشرہ سے واسطہ پیدا کرنا چاہتے ہیں اور نہ مسلمانوں کا سوادِ اعظم ہی ان کو قبول کرنا چاہتا ہے۔ اس عمل کو خلیفہ ربوہ اپنا شاہکار تصور کرتا ہے اور دن رات اس کا ڈھنڈورہ پیٹتا ہے اور اپنی عمرانی غارت گری کو اپنی کامرانی سے موسوم کرتا ہے''۔

خلیفہ صاحب موصوف نے یہ کارنامہ کس طرح سرانجام دیا، ایک طویل داستان ہے جو راحت ملک کی تاریخی کتاب ''دور حاضر کا مذہبی آمر'' میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ گویا تاریخ کا ایک سنگین باب قلم وقرطاس کے تعاون سے ایک حسین انداز میں محفوظ ہوگیا ہے۔ اس تعارف میں اختصار کے ساتھ کچھ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ یہ شخص سازش کا ایک کامیاب چکر چلا کر ۲۰ رمئی ۱۹۱۴ء کو قادیانی جماعت کا خلیفہ بن بیٹھا۔ خلافت اور نبوت کے اس مناجاتی امتزاج نے ایک فتنہ کی سی صورت اختیار کر لی۔ اس وقت اس شخص کی عمر پچیس سال تھی جو قیادت کے ابدی اصول کے مطابق بڑی ناپختہ عمر ہے۔ کیونکہ عمر کے اس دور میں جذبات میں تلاطم ہوتا ہے اور وہ عقل خام پر حاوی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق قوم کی رہبری اور رہنمائی کا فرض چالیس سال کے بعد تفویض ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت افکار واعمال میں اعتدال اور توازن آ جاتا ہے۔ عام نفسیاتی لحاظ سے بھی پھسلنے کے امکان بہت کم ہو جاتے ہیں۔ میاں محمود نے خدا کی اس نسبت کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ اور خام عمر ہی میں زاغ ہوتے ہوئے عقابوں کے نشیمن پر متصرف ہوگیا۔ اس نے فوراً ملہم ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اور اس کے قول کے مطابق قرآن کریم کی آیات اس پر نازل ہونا شروع ہوگئیں۔ رسول اللہ ﷺ (فداہٗ امی وابی) پر قرآن چالیس سال کے طویل مجاہدے کے بعد نازل ہونا شروع ہوا۔ اس شخص پر اس کے نزول کی تجدید پچیس سال سے پیشتر ہی شروع ہوگئی۔ افتراپردازی کا اس سے بڑا شاہکار تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ قوم کے جھکاؤ کو دیکھتے ہی اس نے فضل عمر ہونے کا اعلان کر دیا۔ یعنی وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے افضل ہے۔ جس نبی کا وہ خلیفہ ہے وہ تو اپنے آپ کو حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کا ادنیٰ ترین غلام ہونے کا مدعی تھا اور یہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے کا داعی بنا اور اپنی قوم سے یہ دعویٰ تسلیم کروالیا۔ اس ایک واقعہ سے اس شخص اور اس کی جماعت کی روحانیت کا راز طشت از بام ہو جاتا ہے۔

اس ''شاطر خرقہ پوش'' نے مسلمانوں کی دو عظیم نعمتوں پر چھاپہ مارا۔ ایک ختم المرسلین اور دوسرا فاروقیت عظمیٰ پر، یہ افتراء برطانوی سنگینیوں کے سائے میں پروان چڑھا۔ ہر چند کہ مسلمان اس دجل وفریب کے خلاف مجادلہ آرا رہے۔ لیکن ان کے اپنے باطنی اشارے میاں محمود کے نامحمود نظام کی رسی دراز کر دی۔ مسلمانوں پر بے بسی کا عالم طاری رہا۔ مسلمانوں کی اس قنوطیت کو دیکھ کر میاں محمود یہ کہتا رہا۔

خضر بھی بے دست و پا الیاسؑ بھی بے دست و پا
میرے طوفاں یم بہ یم ، دریا بہ دریا، جُو بہ جُو

لیکن حق دیر تک پسپا نہیں رہ سکتا۔ وہ باطنی توانائی سے بروئے کار آ کر رہتا ہے۔ جونہی برطانوی استعمار حریت کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا اور میاں محمود کے سفید فام آقا بیگ و لینی و دوگوش وطن عزیز سے رخصت ہوئے۔ میاں محمود کا برپا کیا ہوا فتنہ بھی حالتِ نزع میں مبتلا ہو گیا۔ ۱۹۴۷ء میں قادیانیوں نے ''دارالامان'' کو ''دارالنواز'' کہہ کر ترک کر دیا۔ محمودیت کے گئو شالہ سامری پر یہ پہلی ضرب تھی۔

یہ نام نہاد اولوالعزم خلیفہ معرکہ روح و بدن میں مبتلا ہو گیا۔ اسے ''اشـداء عـلـى الـكـفـار'' کی آیت بھول گئی۔ کیونکہ معرکہ سخت ہے اور جان عزیز کا معاملہ درپیش تھا اس لیے قادیانیت کی دیوار گریہ کو تھامنے کی ایک ناکام کوشش کی اس نے اعلان کیا کہ وہ قادیان کو ترک نہیں کریگا کیونکہ اس نے مرزا صاحب آنجہانی کی نعش کو سپرد لحد کرتے ہوئے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر سارے لوگ بھی اس مقدس زمین کو چھوڑ جائیں وہ اسی میں رہے گا اور اسی کا ہی ہو کر رہے گا۔ ایک گشتی چٹھی تمام جماعتوں کو بھیج دی جس سے قادیانیوں کو تقویت ملی۔ ان کی ہمت پر دوسرے لوگ ششدرر گئے اخباروں میں مقالے چھپے۔ لیکن مقالوں کی سیاہی ابھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ حضرت سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور اس ارض مقدس میں پناہ گزین ہوئے جس کی تخلیق کے خلاف انہوں نے کئی ناکام فتنے تخلیق کئے تھے۔ یہ باور ہے کہ خلیفہ صاحب ہندو سادھو کے بھیس میں قادیان سے رخصت ہوئے جان بچانے کی اس مہم میں مشرک قوم سے تشبیہ پیدا کر کے مَـنْ تَشَبَّـهَ بِـقَـوْمٍ فَهُـوَ مِـنْهُـمْ کا مصداق بنا۔ مریدوں نے اس کے بھاگنے کے منظر کو دیکھا اس کی راستے میں مدد کی۔ لیکن وہ اس کو اسی طرح نہ چھوڑ سکے جس طرح سدھایا ہوا بندر مداری کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اس میں بندر کا کوئی کمال نہیں۔ ہاں مداری کے تخریبی فن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس شخص نے بھی بیالیس برس اسی قسم کا کارنامہ سرانجام دیا ہے اس نے فطرتوں کو مسخ، بصیرتوں کو بے نور اور عقلوں کو بے فروغ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے قادیانی مرید اس سے الگ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس سے الگ رہنے کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں۔ ان کی رفتار، گفتار اور کردار پرستی کے سانچے میں ڈھل چکے ہیں۔ ان کی ذہنی افتاد کا یہ عالم ہے کہ یہ مبروص ہاتھ کو یدِ بیضا دمِ افعی کو دمِ عیسیٰ تعلیٰ کو تجلی، اظغاثِ احلام کو الہام اور شرارِ بولہبی کو چراغِ مصطفوی سمجھنے کے خوگر ہو گئے ہیں۔ اب ان کے سامنے قادیانیت کی دیوار گریہ کے سوا کچھ نہیں اس کے انہدام کو آہ و بکا سے روکنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ قلیل عرصے کی مہمان ہے۔ کیونکہ اس کی تعمیر میں ایک صورت خرابی کی مضمر ہے۔ وہ اپنا عمل کر کے رہے گی۔ (جاری ہے)

عمر فاروق ھارڈ وئیر اینڈ مل سٹور

عمارتی و صنعتی سامان، ہارڈ وئیر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل

گورنمنٹ سے منظور شدہ کنڈے، باٹ و پیمانہ جات

صدر بازار، ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462483